تحریکِ پاکستان

اور

جماعتِ احمدیّہ

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد

مؤرّخِ احمدیّت

عرضِ ناشر

جماعتِ احمدیہ مسلمانانِ عالم کی خادم جماعت ہے جس کی تاریخ دینی اور ملّی کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔ خصوصاً تحریکِ پاکستان کے ملّی جہاد میں اس نے جو عظیم خدمات سرانجام دی ہیں وہ ہمیشہ سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔ مگر افسوس وہ کانگرسی اور احراری علماء جو ہمیشہ تحریکِ پاکستان کے مخالف رہے اور جنہیں قائدِ اعظم نے "کانگرس کے سدھائے ہوئے پرندے" قرار دیا تھا ان دِنوں نہائت بے دردی کے ساتھ اصل حقائق کو مسخ کر کے یہ پراپیگنڈہ کرنے میں سرگرمِ عمل ہیں کہ احمدی قیامِ پاکستان کے مخالف تھے حالانکہ یہ سراسر خلافِ واقعہ بات ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ یہ مختصر رسالہ اس ناپاک اور ظالمانہ پراپیگنڈا کی قلعی کھولنے کیلئے کافی ہوگا اور معزز قارئین اس سے بآسانی اندازہ لگا سکیں گے کہ تحریکِ پاکستان میں جماعتِ احمدیہ کا کردار کتنا عظیم اور فقید المثال ہے۔ وہ اہلِ علم اور محقق حضرات جو مزید تفصیلات معلوم کرنا چاہیں ان سے ہم درخواست کریں گے کہ وہ فاضل مؤلف کی کتاب "تاریخ احمدیت" جلد دہم کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

مبارک احمد ساقی

ایڈیشنل ناظر اشاعت و وکیل التصنیف۔ لندن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

قائدِ اعظمؒ کی لندن سے واپسی کیلئے تحریک

قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ ہندو ذہنیت اور کانگرس میں شامل علماء کے مُسلم کُش رویّہ سے گول میز کانفرنس کے دَوران ہی سخت مایوس ہو گئے اور ہندوستان کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنے کا فیصلہ کر کے اِنگلستان میں رہائش اِختیار کر لی۔ قائدِ اعظمؒ خود اِس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

"مَیں حیران ہوں کہ میری مِلّی خودداری اور وقار کو کیا ہو گیا تھا۔ مَیں کانگرس سے صُلح و مفاہمت کی بھیک مانگا کرتا تھا۔ مَیں نے اِس مسئلہ کے حل کے لئے اِتنی مسلسل اور غیر منقطع مساعی کیں کہ ایک انگریز اخبار نے لکھا مسٹر جناح ہندو مسلم اِتّحاد کے مسئلہ سے کبھی نہیں تھکتے۔ لیکن گول میز کانفرنس کے زمانہ میں مجھے اپنی زندگی کا سب سے بڑا صدمہ پہنچا۔ جیسے ہی خطرہ کے آثار نمایاں ہوئے ہندویت دِل و دماغ کے اِعتبار سے اِس طرح نمایاں ہوئی کہ اِتّحاد کا اِمکان ہی ختم ہو گیا۔ اَب مَیں مایوس ہو چکا تھا۔ مسلمان بے سہارا اور ڈانواں ڈول ہو رہے تھے۔ کبھی حکومت کے وفاداران رہنمائی کے لئے میدان میں آموجود ہوتے تھے کبھی کانگرس کے نیازمندانِ خصوصی ان کی قیادت کا فرض ادا کرنے لگتے تھے۔ مجھے اَب ایسا محسوس

ہونے لگا کہ میں ہندوستان کی کوئی مدد نہیں کرسکتا نہ ہندو ذہنیت میں کوئی خوشگوار تبدیلی کرسکتا ہوں نہ مسلمانوں کی آنکھیں کھول سکتا ہوں۔ آخر میں نے لندن ہی میں بُود و باش کا فیصلہ کر لیا۔"

(قائدِ اعظمؒ اور ان کا عہد صفحہ ۱۹۱-۱۹۲ مؤلفہ مولانا رئیس احمد جعفری)

قائدِ اعظمؒ کے اِس فیصلہ سے کانگرسی ہندو اور کانگرس نواز مسلمانوں کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہ تھا مگر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ امام جماعتِ احمدیہ کا دردمند دِل اِس صُورتحال کو دیکھ کر تڑپ اُٹھا کہ مسلمانانِ ہند اپنے ایک محبوب سیاسی لیڈر کی براہِ راست قیادت سے محروم ہو گئے ہیں اور مسلم سیاست پر وہ لوگ مسلط ہو رہے ہیں جو مسٹر گاندھی کو نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔

اِس مرحلہ پر حضورؓ نے مبلّغِ انگلستان مولانا عبد الرحیم صاحب دردؔ کو ہدایت فرمائی کہ وہ قائدِ اعظمؒ کو واپس ہندوستان آنے اور مسلمانانِ ہند کی سیاسی قیادت سنبھالنے کی تحریک کریں۔ چنانچہ مولانا دردؔ نے مارچ ۱۹۳۳ء میں اُن کے دفتر واقع کِنگز بینچ والو لنڈن KING'S BENCH WALK LONDON میں آپ سے ملاقات کی اور تین گھنٹوں کی بحث وتمحیص کے بعد آمادہ کر لیا کہ وہ مسلمانانِ ہند کی خدمت کے لئے پھر پبلک میں آئیں نیز بیت الفضل ۶۳ میلروز روڈ لنڈن میں "ہندوستان کا مستقبل" کے موضوع پر لیکچر دینے کے لئے بھی رضامند ہو گئے۔ قائدِ اعظمؒ نے اپنی تقریر کا آغاز اِن الفاظ سے کیا کہ:-

"THE ELOQUENT PERSUASION OF THE IMAM LEFT ME NO ESCAPE".

امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے کوئی راہ بچنے کی نہیں چھوڑی۔

یہ تقریر برطانوی اور ہندوستانی پریس کی خاص توجّہ کا مرکز بنی اور چوٹی کے اخبارات میں اسکی وسیع اشاعت ہوئی مثلاً:-

(1) MADRAS MAIL 7TH APRIL 1933. (2) HINDU MADRAS 7TH APRIL 1933.

(3) EVENING STANDARD 7TH APRIL 1933. (4) EGYPTIAN GAZETTE ALEXANDRIA WEST AFRICA 15TH APRIL 1933. (5) STATESMAN CALCUTTA 8TH APRIL 1933. (6) SUNDAY TIMES LONDON 9TH APRIL 1933.

اِس تقریر پر نواب زادہ لیاقت علی خاں اور اُن کی بیگم قائدِ اعظمؒ کی خدمت میں لنڈن پہنچے۔ آپ انگلستان کو خیر باد کہہ کر واپس ہندوستان تشریف لے گئے اور پھر آپ کی قیادت میں چند سال کی جدّوجُہد کے بعد پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔ چنانچہ پاکستان کے بزرگ صحافی اور تحریکِ پاکستان کے ممتاز لیڈر جناب میاں محمد شفیع (م۔ش) تحریر فرماتے ہیں:۔

"SO DISGUSTED WAS MR. JINNAH WITH WASHING OF THE DIRTY LINEN INDIAN POLITICS IN PUBLIC BY THE LEADERS OF INDIAN PUBLIC OPINION THAT HE DECIDED TO RETIRE FROM INDIAN POLITICS AND IN TOKEN THEREOF TOOK HIS ABODE IN LONDON---ALMOST PERMANENTLY. IT WAS MR. LIAQUAT ALI KHAN AND MAULANA ABDUR RAHIM DARD, AN IMAM OF LONDON MOSQUE, WHO PERSUADED MR. M. A. JINNAH TO CHANGE HIS MIND AND RETURN HOME TO PLAY HIS ROLE IN THE NATIONAL POLITICS.CONSEQUENTLY, MR. JINNAH RETURNED TO INDIA IN 1934 AND WAS ELECTED TO THE CENTRAL ASSEMBLY, UNOPPOSED."

ترجمہ:۔ مسٹر جناح ہندوستان کی گندی سیاست سے اِس قدر بد دل ہوگئے اور رائے عامّہ کے ہندوستانی لیڈروں سے اتنے برگشتہ خاطر ہوئے کہ انہوں نے ہندوستانی سیاست سے ریٹائر ہونے کا فیصلہ کر لیا اور اس علامت کے طور پر انہوں نے لندن میں قریباً ہمیشہ کے لئے قیام کر لیا۔ یہ مسٹر لیاقت علی خان اور مولانا عبدالرحیم دردؔ امام لندن ہی تھے جنہوں نے مسٹر محمد علی جناح پر زور دیا کہ وہ اپنا ارادہ بدلیں اور وطن واپس آکر قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں۔ اس کے نتیجہ میں مسٹر جناح ۱۹۳۴ء میں ہندوستان واپس آئے اور مرکزی اسمبلی کے اِنتخاب میں بِلا مقابلہ منتخب ہوئے۔

(پاکستان ٹائمز ۱۱ ستمبر ۱۹۸۱ء صفحہ ۲ کالم ۱ سپلیمنٹ)

انتخابات ۴۶-۱۹۴۵ء کے دوران مسلم لیگ کی پُرجوش حمایت

قائدِ اعظمؒ کی قیادت کا اہم ترین واقعہ قرار دادِ پاکستان ہے جو ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں پاس ہوئی۔ اِس قرارداد کے بعد سر سٹیفورڈ کرپس ہندوستان آئے اور ہندوستان کی آزادی کا ایک جدید فارمولا پیش کیا جسے مسلم لیگ اور کانگرس دونوں نے مسترد کر دیا نتیجہ یہ ہؤا کہ ہندوستان کی آزادی قطعی محال اور بالکل ناممکن دکھائی دینے لگی عین اس تاریک اور گھٹا ٹوپ ماحول میں حضرت امام جماعتِ احمدیہ نے ۱۲ جنوری ۱۹۴۵ء کو ایک خطبہ جمعہ کے ذریعہ انگلستان اور ہندوستان دونوں کو مفاہمت و مصالحت کی دعوت دی۔

(الفضل ۱۷ جنوری ۱۹۴۵ء)

اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی زبان کو بسا اوقات اپنی زبان بنا لیتا ہے۔ یہی صورتِ حال یہاں ہوئی۔ آپ کے خطبہ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے خود بخود یہ سامان پیدا کر دیا کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان کو جو ان دنوں فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج تھے کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے انگلستان جانا پڑا جہاں آپ نے سرکاری نمائندہ ہونے کے باوجود انگلستان کے سامنے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ ایسے زوردار اور پُرشوکت و قوت الفاظ میں رکھا کہ دُنیا بھر میں تہلکہ مچ گیا اور انگلستان کے سربرآوردہ اخبارات کے علاوہ ہندوستان کے مُسلم و غیر مُسلم پریس نے بھی اس پر بکثرت تعریفی مضامین لکھے چنانچہ اخبار انقلاب نے "سر ظفر اللہ خان کی صاف گوئی" کے عنوان سے لکھا:-

"چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان نے کامن ویلتھ کی کانفرنس مُنعقدہ لندن میں جو تقریر فرمائی وہ ہر انگریز اور اتحادی ملکوں کے ہر فرد کے لئے دِلی توجہ کی مستحق ہے۔ کیا اس ستم ظریفی کی کوئی مثال مِل سکتی ہے کہ جس ہندوستان کے پچیس لاکھ بہادر مختلف جنگی میدانوں میں جمعیۃ اقوام برطانیہ کی آزادی کو ملحوظ رکھنے کی خاطر لڑ رہے ہیں وہ خود آزادی سے محروم

ہے۔" (انقلاب ۲۲ فروری ۱۹۴۵ء)

حیدر آباد دکن کے روزنامہ پیام (۲۲ فروری ۱۹۴۵ء) نے لکھا:۔

"سر ظفر اللہ کی آواز میں ایک گرج ہے ایک دھما کا ہے جس کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔"

ہندو اخبار پربھات (۲۰ فروری ۱۹۴۵ء) نے یہ نوٹ شائع کیا:۔

"ایک ایک ہندوستانی کو سر ظفر اللہ خان کا ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے انگریزوں کے گھر جا کر حق کی بات کہہ دی۔"

اخبار پرتاپ (۲۲ فروری ۱۹۴۵ء) نے لکھا:۔

"ہندوستان کے فیڈرل کورٹ کے جج سر ظفر اللہ خاں آج کل لنڈن گئے ہوئے ہیں۔ آپ کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی ڈیلی گیشن کے لیڈر ہیں۔ لنڈن میں آپ نے جو تقریریں کی ہیں ان سے ہندوستان تو کیا ساری کامن ویلتھ میں تہلکہ مچ گیا ہے .... آپ نے برطانوی حکمرانوں کو وہ کھری کھری سُنائیں کہ سُننے والے دَنگ رہ گئے۔ برطانوی حکومت کے درجنوں تنخواہ دار ایجنٹوں کے کئے کرائے پر آپ کی تقریر نے پانی پھیر دیا۔"

چوہدری صاحب کی ان حریّت پرور اور اِنقلاب انگیز تقریروں کا فوری اثر برطانیہ کے عوامی اور صحافتی حلقوں سے بڑھ کر براہِ راست برطانوی حکومت پر یہ ہؤا کہ اس نے لارڈ ویول وائسرائے ہند کو اِنتقالِ اِقتدار کا نیا فارمولا تجویز کرنے اور مُسلم و غیر مُسلم زعماء کو مصالحت کی پیشکش کرنے کے لئے لنڈن طلب کر لیا۔ لارڈ ویول برطانوی وزیرِ اعظم مسٹر چرچل اور کابینہ کے دوسرے ارکان سے مشورہ کے بعد ۵ جون کو نئی تجاویز لے کر ہندوستان میں پہنچ گئے۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے ۲۲ جون ۱۹۴۵ء کے خطبہ جمعہ میں مسلمان اور ہندو لیڈروں کو نہایت دردِ دل کے ساتھ یہ پیغام دیا کہ اِنگلستان صُلح کے لئے ہاتھ بڑھا رہا ہے۔ دو سَو سال سے ہندوستان

غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہؤا ہے وہ اس پیشکش کو قبول کرکے آئندہ نسلوں پر احسانِ عظیم کریں حضور کا یہ خطبہ جمعہ اور اِس کا انگریزی ترجمہ دونوں ہندوستانی لیڈروں تک پہنچا دیا گیا۔

مشہور اہلحدیث عالم جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اخبار اہلحدیث میں اس خطبہ کے بعض اقتباسات دے کر یہ تبصرہ فرمایا:۔

"یہ الفاظ کس جرأت اور حیرت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ کانگرسی تقریروں میں اس سے زیادہ نہیں ملتے۔ چالیس کروڑ ہندوستانیوں کو غلامی سے آزاد کرانے کا ولولہ جس قدر خلیفہ جی کی اِس تقریر میں پایا جاتا ہے وہ گاندھی جی کی تقریر میں بھی نہیں ملے گا۔"

(اہلحدیث امرتسر ۶ جولائی ۱۹۴۵ء صفحہ ۴)

سیاسی لیڈروں کی کانفرنس ۲۵ جون سے لے کر ۱۶ جولائی ۱۹۴۵ء تک جاری رہی۔ قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ صدر آل اِنڈیا مسلم لیگ نے اِنتہائی کوشش کی کہ کسی طرح کانگرسی لیڈر لاہور ریزولیوشن کے مطابق مسلمانوں کے حقِ خود ارادیت کی گارنٹی دیں اور ملک میں ایک عارضی قومی حکومت قائم ہوجائے مگر کانگرس اِس پر آمادہ ہونے کے لئے تیار نہ ہوئی۔ قائدِ اعظمؒ کی طرح حضرت امام جماعتِ احمدیہ کا بھی خیال تھا کہ اگر ہندو کانگرس مسلمانوں کے حقِ خود ارادیت کو تسلیم کرلے تو ملک میں ایک قومی حکومت قائم ہوسکتی ہے۔

(الفضل ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۱)

المختصر جب مفاہمت کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو وائسرائے ہند لارڈ ویول نے ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کو ملک میں نئے اِنتخابات کرانے کا اِعلان کر دیا۔ اس پر قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے مسلمانانِ ہند کے نام پیغام دیا:۔

"ہمارے پیشِ نظر اہم مسئلہ آئندہ اِنتخابات کا ہے موجودہ حالات میں اِنتخابات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اِنتخابات ہمارے لئے ایک آزمائش کی صورت رکھتے ہیں ...... ہم

رائے دہندگان کی اِس امر کے بارے میں رائے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ پاکستان چاہتے ہیں یا ہندو راج کے ماتحت رہنا چاہتے ہیں ..... مجھے معلوم ہے کہ ہمارے خلاف بعض طاقتیں کام کر رہی ہیں اور کانگرس ارادہ کئے بیٹھی ہے کہ ہماری صفوں کو ان مسلمانوں کی امداد سے پریشان کر دیا جائے جو ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ وہ مسلمان ہمارے ساتھ نہیں ہیں بلکہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہیں۔ یہ مسلمان ہمارے خلاف مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے کام میں بطور کارندے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ یہ مسلمان سدھائے ہوئے پرندے ہیں۔ یہ صرف شکل وصورت کے اعتبار سے ہی مسلمان ہیں۔"

(اخبار انقلاب لاہور ۱۸؍اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۵)

قائدِ اعظمؒ کی یہ بات سَو فیصدی درست نکلی۔ کانگرس نے اپنے زَر خرید علماء کو تحریکِ پاکستان مسلم لیگ اور قائدِ اعظمؒ کے خلاف پروپیگنڈا کے لئے پُورے ملک میں پھیلا دیا۔

جہاں (قائدِ اعظمؒ کی اِصطلاح کے مطابق) کانگرس کے سدھائے ہوئے علماء نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ مرکزی اور صُوبائی اِنتخابات کے ذریعہ تحریک کا نام ونشان تک مٹا ڈالیں وہاں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؒ امام جماعتِ احمدیہ نے ۲۲؍اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ایک مفصّل مضمون میں اِعلان کر دیا کہ :-

"آئندہ الیکشنوں میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی تائید کرنی چاہیئے تا اِنتخابات کے بعد مسلم لیگ بلاخوفِ تردید کانگرس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔ اگر ہم اور دوسری (مذہبی) جماعتیں ایسا نہ کریں گی تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیّت کمزور ہو جائے گی اور ہندوستان کے آئندہ نظام میں ان کی آواز بے اثر ثابت ہو گی اور ایسا سیاسی اور اقتصادی دھکّا مسلمانوں کو لگے گا کہ تیس چالیس سال تک ان کا سنبھلنا مشکل ہو جائے گا اور مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی عقلمند اس حالت کی ذمّہ داری اپنے پر لینے کو تیار ہو۔" (الفضل ۲۲؍اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۱)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ امام جماعتِ احمدیہ اِس جماعتی پالیسی کے اِعلان سے قبل اپنے ایک خط میں بھی مسلم لیگ کی تائید میں ہدایت جاری فرما چکے تھے۔ اِس خط کی نقل قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی خدمت میں بھجوائی گئی تو آپ نے امام جماعتِ احمدیہ کے اِس فیصلہ پر خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا اور امام جماعتِ احمدیہ کے الفاظ پریس میں بغرض اشاعت بھجوا دیئے جو ایسوسی ایٹڈ پریس آف اِنڈیا کے حوالے سے مسلم اخبار ڈان (دہلی) نے اپنی ۸ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں چھاپے۔

مسلم لیگ کی عبوری حکومت میں شمولیّت کیلئے جدّوجُہد

تحریکِ پاکستان کے اعتبار سے مسلم لیگ کا عبوری حکومت میں شامل ہونا ۴۶-۱۹۴۵ء کے اِنتخابات کے بعد سب سے نمایاں اور سب سے اہم واقعہ ہے کیونکہ مسلم لیگ نے اس کے نتیجہ میں صرف چار پانچ ماہ کے اندر اندر پاکستان کی آئینی جنگ جیت لی اور مُلک میں متحدہ دستور ساز اسمبلی کے اِمکانات ختم ہوجانے پر برطانوی وزیرِ اعظم مسٹر ایٹلی نے ۲۰ر فروری ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی مکمّل آزادی کا اِعلان کر دیا۔ اِس طرح کانگرس کا یہ دیرینہ خواب کہ وہ مسلم لیگ کو نظر انداز کرکے اپنی کثرت کے بَل بوتے پر پُورے مُلک کے نظامِ حکومت کو چلائے گی دُھرا کا دُھرا رہ گیا اور برطانوی حکومت کو بالآخر مطالبہ پاکستان کے سامنے ہتھیار ڈال دینا پڑے مگر حقیقت یہ ہے کہ عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شرکت اِنتہائی مخالف اور مایوس کُن حالات میں ہوئی جن میں نیا خوشگوار انقلاب حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی دعاؤں اور توجّہات ہی کی برکت سے ہوُا۔

تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ پارلیمنٹری مِشن نے وائسرائے ہند کے مشورہ سے ۱۶ر جون ۱۹۴۶ء کو ملک میں ایک عارضی حکومت کے قیام کا اِعلان کیا اور مسلم لیگ اور کانگرس کے زعماء کے نام دعوت نامے جاری کئے کہ وہ اس عارضی حکومت کے رُکن کی حیثیّت سے یہ قومی ذمّہ داری قبول کرلیں۔ اِعلان میں یہ بھی

واضح کیا گیا کہ جو سیاسی جماعت عارضی حکومت میں شامل نہ ہو گی اُس سے صَرفِ نظر کر کے دوسری جماعت کے اِشتراک سے عارضی حکومت بنا دی جائے گی۔[۱]

مسلم لیگ نے ایک قرارداد کے ذریعہ عبوری حکومت میں شرکت پر آمادگی ظاہر کر دی مگر کانگرس نے یہ دعوت رَدّ کر دی۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اِس موقع پر بیان دیا کہ:۔

"مشن نے اِعلان کیا تھا کہ اگر عارضی حکومت کے متعلق کِسی پارٹی نے ہماری تجاویز منظور نہ کیں تو پھر ہم حکومت قائم کر دیں گے۔ اِس اعلان کے مطابق اب اس کا فرض ہے کہ وہ کانگرس کو چھوڑ کر باقی پارٹیوں کے ساتھ عارضی حکومت قائم کر دے۔"[۲]

مگر افسوس وائسرائے ہند لارڈ ویول نے دعوت واپس لے لی جس پر مسلم لیگ کونسل کو بھی اپنے اجلاسِ بمبئی میں بطور احتجاج اپنی رضامندی منسوخ کرنا پڑی۔ وائسرائے ہند نے جو اِسی موقع کی تاک میں تھے کانگرس سے گٹھ جوڑ کر کے پنڈت جواہر لال نہرو صدر آل اِنڈیا کانگرس کو عبوری حکومت کی تشکیل کی دعوت دیدی جو پنڈت جی نے فوراً منظور کر لی اور اعلان پر اعلان کرنا شروع کر دیا کہ جو ہمارے ساتھ شرکت نہ کرنا چاہے ہم اُسے مجبور نہیں کر سکتے نہ اُس کا اِنتظار کر سکتے ہیں۔ ہم دستور سازی کا کام شروع کریں گے اور عبوری حکومت کو تنہا کامیابی سے چلا کر دکھا دیں گے۔ ازاں بعد انہوں نے ۲ ستمبر ۱۹۴۶ء کو عبوری حکومت کا چارج بھی سنبھال لیا۔ اِس طرح مسلمانوں کو نظر انداز کر کے اِقتدار کی پُوری باگ ڈور ہندو اکثریت کے سپرد کر دی گئی اور مسلمانوں کی جیتی ہوئی جنگ بظاہر شکست میں بدل گئی اور مسلم لیگ کے لئے آبرومندانہ طور پر عبوری حکومت میں داخلہ کے سب راستے مسدُود ہو گئے۔

---

[۱] قائدِ اعظم اور دستور ساز اسمبلی صفحہ ۲۳۶-۲۳۹ مؤلفہ محمد اشرف عطاء

[۲] الفضل ۲۸ جون ۱۹۴۶ء صفحہ ۳ کالم ۴

مسلمانانِ ہند نے ملک بھر میں یومِ احتجاج منایا اور قائدِ اعظمؒ نے راست اقدام کی دھمکی دی مگر کانگرسی حکومت نے جو انگریز کا واحد جانشین بننے کی خواب کو پُورا ہوتے دیکھ کر نشہ میں مخمور ہو چکی تھی اس دھمکی کا جی بھر کر مذاق اُڑایا اور کہا کہ یہ محض گیدڑ بھبکی ہے حکومت سے ٹکر لینا آسان نہیں یہ عیش و عشرت کے خُوگر بھلا جنگ ہی کہاں کر سکتے ہیں اگر لڑیں گے تو ہار جائیں گے خود حکومت بھی ان کے مقابلہ کے لئے تیار اور چوکس ہے اور وہ ان نئے سرکشوں اور باغیوں کا ڈَٹ کر مقابلہ کرے گی۔[۱]

اس تاریک ترین دَور میں جبکہ نہ صرف مُسلم لیگ کا وقار معرضِ خطر میں پڑ گیا بلکہ تحریکِ پاکستان کا خاتمہ اور مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا منظر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام جماعتِ احمدیہ کو خبر دی گئی کہ اس مشکل مرحلے کا حل آپ کے ساتھ بھی وابستہ ہے چنانچہ آپ بعض خدّام سمیت ۲۳ ستمبر ۱۹۴۶ء سے لے کر ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۶ء تک دِلّی میں تشریف فرما رہے اور قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ، نواب صاحب بھوپال خواجہ ناظم الدین، سردار عبد الرّب صاحب نشتر، نواب سر احمد سعید خان چھتاری کے علاوہ مسٹر گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو سے بھی تبادلۂ خیال کیا۔ وائسرائے ہند لارڈ ویول کو چٹھی بھجوائی کہ جماعتِ احمدیہ ایک مذہبی جماعت ہے مگر موجودہ سیاسی بُحران میں اس کی اصولی ہمدردی تمام تر مسلم لیگ کے ساتھ ہے۔ ایک دوسری چٹھی میں اُن پر واضح کیا کہ اگر مسلم لیگ اور کانگرس کی گُفت و شنید ناکام ہوتی نظر آئے تو اُسے التواء کی صُورت قرار دیا جائے تا دونوں سیاسی حلقے مزید غور کر سکیں۔ حضرت فضلِ عمر کی دعاؤں اور مادی تدابیر نے بالآخر کامیابی کی راہ کھول دی وائسرائے ہند نے یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مسلم لیگ ہائی کمان نے نہایت درجہ فہم و فراست کا ثبوت دیتے ہوئے اور کانگرس سے سمجھوتہ کئے بغیر عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا[۲]۔ اور ۱۳ اکتوبر کو اس کی

---

[۱] "قائدِ اعظمؒ اور ان کا عہد" صفحہ ۳۹، ۴۷، ۴۸ (از مولانا رئیس احمد جعفری)۔

[۲] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "تاریخ احمدیت" جلد دہم صفحہ ۱۹۱ تا ۲۲۱۔

اِطلاع بھی وائسرائے ہند تک پہنچا دی گئی۔ یہ فیصلہ چونکہ اِنتہائی غیر موافق اور خلافِ توقع حالات میں ہؤا اِس لئے اس نے کانگرس کے حلقوں میں کھلبلی مچا دی اور انہیں بھی پاکستان کی منزل صاف قریب آتے دکھائی دینے لگی چنانچہ ہندو اخبار "ملاپ" نے صاف لفظوں میں اِس رائے کا اظہار کیا:۔

"مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ جواہر لال جی اور ان کے ساتھیوں کے جوشِ آزادی کو تارپیڈو کرنے کا جتن ہے۔" (بحوالہ نوائے وقت ۱۶ ر اکتوبر ۱۹۴۶ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۳)

خضر وزارت کے اِستعفاء کی کامیاب کوشش

برطانوی حکومت تمام اختیارات ہندوستان کو سپرد کر دینے کا اِعلان کر چکی تھی مگر چونکہ اٹیلی حکومت کے اِعلان اور روزارتی مِشن کے فارمولا کے مطابق انتقالِ اقتدار ابتداءً صُوبوں کو ہونے والا تھا اور صُوبہ پنجاب میں مسلم لیگ کی بجائے یونینسٹ وزارت قائم تھی جس کی موجودگی میں اس صُوبہ کے پاکستان میں آنے کا اِمکان قطعی طور پر مخدوش تھا اِس لئے قائدِ اعظمؒ اور دوسرے تمام ذمّہ دار مسلم لیگی اس صُورتِ حال پر بے حد مشوّش تھے۔ حد یہ ہے کہ قائدِ اعظمؒ کے مشورے پر پنجاب کے مُسلم لیگی اکابر سر خضر حیات خان وزیرِ اعلیٰ یونینسٹ حکومت سے مذاکرات کر چکے تھے مگر ان کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہؤا تھا۔

اِس اِنتہائی نازک اور پریشان کُن موقع پر چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب بنفسِ نفیس لاہور تشریف لائے اور ملک خضر حیات خاں کو مخلصانہ مشورہ دیا کہ وہ مُستعفی ہو کر مسلم لیگ اور پاکستان کے لئے رستہ صاف کر دیں چنانچہ آپ کی تحریک پر ۲ ر مارچ ۱۹۴۷ء کو خضر حیات وزارت سے مستعفی ہوگئے جس پر مسلمانانِ ہند نے جشنِ مسرت منایا۔ اخبار "ٹریبیون" نے ۵ ر مارچ ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں خبر دی کہ:۔

"معتبر ذرائع سے معلوم ہؤا ہے کہ خضر حیات خاں صاحب نے یہ فیصلہ سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے مشورہ اور ہدایت کے مطابق کیا ہے۔"

اخبار "ملاپ" مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۵۱ء لکھتا ہے:-

"یہ ایک واضح بات ہے کہ چوہدری ظفراللہ خاں صاحب نے خضر حیات کو مجبور کرکے اس سے استعفاء دلایا۔ خضر حیات کا استعفاء مسلم لیگ کی وزارت بننے کا پیش خیمہ تھا۔ اگر خضر حیات کی وزارت نہ ٹوٹتی تو آج پنجاب کی یہ حالت نہ ہوتی"

جماعتِ احمدیہ کی قیامِ پاکستان کے تعلق میں ان سب مجاہدانہ اور سرفروشانہ خدمات پر دہلی کے اخبار "ریاست" نے اپنے ایک اداریتی نوٹ میں طنزاً لکھا کہ احمدی آج پاکستان کی تائید کر رہے ہیں مگر جب پاکستان قائم ہوگیا تو دوسرے مسلمان اُن کے ساتھ وہی سلوک روا رکھیں گے جو افغان حکومت نے کابل میں احمدیوں کے ساتھ کیا تھا۔

اس پر حضرت امام جماعتِ احمدیہ نے ۱۶ مئی ۱۹۴۷ء کو ایک پُرشوکت تقریر فرمائی جس میں مختلف نقطہ ہائے نگاہ سے مطالبۂ پاکستان کی معقولیت وضرورت پر روشنی ڈالی۔ نیز اعلان فرمایا کہ مسلمان مظلوم ہیں اور ہم تو بہرحال مظلوموں کا ساتھ دیں گے خواہ ہمیں تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے۔ حضور کی یہ تاریخی اور یادگار تقریر ۱۸ مئی ۱۹۴۷ء کے الفضل میں شائع شدہ ہے۔

باؤنڈری کمیشن میں مُسلم حقوق کی حفاظت کیلئے جدّوجُہد

۳۰ جون ۱۹۴۷ء کو پنجاب اور بنگال کی تقسیم کے لئے ایک حد بندی کمیشن کے تقرر کا اعلان کیا گیا جسکی صدارت سرسیرل ریڈکلف کو سونپی گئی۔ سکھوں نے مطالبہ کیا کہ اگر کمیشن نے مشرقی پنجاب کی حد دریائے چناب مقرر نہ کی تو سکھ برطانوی سکیم کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔ باؤنڈری کمیشن نے ۱۴ جولائی ۱۹۴۷ء کے اجلاس میں فیصلہ کیا کہ جو جماعتیں کوئی میمورنڈم پیش کرنا چاہیں وہ ۱۸ جولائی تک مع چار زائد نقول اور ایسے چار نقشوں کے پیش کردیں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ صُوبے کی حد کس جگہ مقرر کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ کمیشن نے صُوبہ

پنجاب کے جن پندرہ اضلاع کو متنازع فیہ قرار دیا ان میں گورداسپور اور لاہور کے اضلاع بھی شامل تھے حالانکہ ۳ جون کی برطانوی سکیم میں اُن کو قطعی طور پر مسلم اکثریت کا ضلع تسلیم کیا گیا تھا۔

کانگرس نواز علماء ۱۹۴۵ء کے الیکشن سے یہ پراپیگنڈا کر رہے تھے کہ احمدی مسلمان نہیں اور یہ خدشہ یقینی تھا کہ ہندو یا سکھ باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنی بحث کے دَوران یہ سوال اُٹھا دیں گے کہ احمدی چونکہ مسلمان نہیں اِس لئے ضلع گورداسپور کی مردم شماری میں ان کو مسلمانوں سے الگ کر دیا جائے تو یہ ضلع لازماً غیر مسلم اکثریت کا ضلع قرار پاتا ہے اِس لئے اسے مشرقی پنجاب میں آنا چاہیئے۔ اِس تشویشناک صُورتِ حال کے پیشِ نظر مسلم لیگ کی ہدایت پر جماعتِ احمدیہ نے مُسلم لیگ کے وقت میں ایک علیحدہ محضر نامہ پیش کیا یہ محضر نامہ نہایت قیمتی، بیش بہا اور مُستند معلومات پر مشتمل تاریخی دستاویز ہے جو شائع شدہ ہے جس میں زبردست دلائل سے یہ ثابت کیا گیا کہ مغربی پنجاب کے تحفّظ کے لئے ضروری ہے کہ گورداسپور کا ضلع مغربی پنجاب میں شامل ہو تاکہ دریائے بیاس کے اس طرف جو مشرقی پنجاب کے علاقے ہیں ان کو پاکستان پر حملہ کرنے کی کُھلی چھٹی نہ مل جائے۔

جماعتِ احمدیہ کے اِس محضر نامہ اور وضاحت نے ہندوؤں اور سکھوں کے اِس خیال کو پاش پاش کر دیا کہ وہ کانگرسی علماء کے بل بوتے پر اس ضلع کو غیر مسلم اکثریت کا ضلع ثابت کر دکھائیں گے اور اگرچہ ریڈکلف ایوارڈ اور کانگرس کے گٹھ جوڑ اور سوچے سمجھے منصُوبہ کے نتیجے میں اس مسلم اکثریت کے صُوبہ کی تین تحصیلوں (تحصیل بٹالہ تحصیل پٹھان کوٹ و تحصیل گورداسپور) کو ظالمانہ طور پر ہندوستان کی جھولی میں ڈال دیا گیا مگر ریڈکلف اپنی بددیانتی اور فریب کاری کے جواز میں احمدیوں کے محضر نامہ کی وجہ سے کوئی دلیل دینے کی جُرأت نہ کر سکا۔ جماعتِ احمدیہ نے ضلع گورداسپور اور قادیان کو پاکستان میں شامل کرنے کے لئے دِن رات ایک کر کے صُوبہ پنجاب اور گورداسپور کی مَردم شماری کے تفصیلی اعداد و شمار جمع کئے۔ احمدی پروفیسر، ڈرافسمین اور نقشہ نویس پاکستانی حدود کے زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے کے لئے سر تا پا جہاد بن گئے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؒ امام جماعتِ احمدیہ نے امریکہ اور برطانیہ سے نہایت قیمتی باؤنڈری لٹریچر منگوایا جو بذریعہ ہوائی جہاز ہندوستان پہنچا جس کے

ڈاک خرچ پر ہی ہزار روپے سے زائد رقم خرچ کرنا پڑی۔ جماعتِ احمدیہ نے برطانیہ کے ایک ماہر اور ممتاز جغرافیدان ڈاکٹر او سکر ایچ۔ کے سپیٹ (DR.O. H. K. SPATE) کی خدمات بھی حاصل کیں جنہوں نے لنڈن سے ہندوستان پہنچ کر باؤنڈری کمیشن کے دَوران جماعتِ احمدیہ اور مسلم لیگ کے محضر ناموں اور بحث کی تیاری میں ہر ممکن مدد دی اور جو خاص طور پر مُسلم لیگ کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوئے۔ ڈاکٹر سپیٹ کے تمام اخراجات تنہا جماعتِ احمدیہ نے برداشت کئے۔

جہاں تک مُسلم لیگ کے کیس کا تعلق ہے اِس نازک ترین ذمّہ داری کی ادائیگی کے لئے قائدِ اعظمؒ کی نظرِ اِنتخاب احمدیّت کے مایہ ناز فرزند چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب پر پڑی جنہوں نے اِنتہائی مشکلات اور تیاری کے مختصر ترین وقت کے باوجود مُسلم اقلیّت کے حقوق کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے نہ صرف اپنے قلم سے مُسلم لیگی زعماء کے مشورہ سے محضر نامہ کا مکمل متن تیار کیا بلکہ ۲۶ جولائی سے ۳۰ جولائی ۱۹۴۷ء تک حَد بندی کمیشن کے سامنے مُسلم لیگ کا نقطۂ نگاہ غیر معمولی قابلیّت سے نمایاں کر دکھایا۔ آپ کی فاضلانہ اور مدلّل بحث رَیڈ کلف ایوارڈ کے ریکارڈ میں محفوظ ہے اور شائع شدہ ہے۔

باؤنڈری کمیشن کے اِختتام پر جنابِ حمید نظامی نے اپنے اخبار "نوائے وقت" لاہور کی یکم اگست ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں چوہدری صاحب کی اس فقید المثال خدمت کو سراہتے ہوئے لکھا:۔

"حَد بندی کمیشن کا اجلاس ہؤا۔ سنسر کی پابندیوں کی وجہ سے ہم نہ اجلاس کی کارروائی چھاپ سکے نہ اَب اس پر تبصرہ ہی ممکن ہے۔ کمیشن کا اِجلاس دس۱۰ دن جاری رہا۔ ساڑھے چار دن مسلمانوں کی طرف سے بحث کے لئے مخصُوص رہے۔ مسلمانوں کے وقت میں سے ہی اُن کے دوسرے حامیوں[1] کو بھی وقت دیا گیا۔ اِس حساب سے کوئی چار دِن سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے

---

[1] یہ قطعی شہادت اِس امر پر ہے کہ احمدیوں نے میمورنڈم مسلم لیگ کی حمایت کے لئے پیش کیا تھا۔

نہایت مدلّل، نہایت فاضلانہ اور نہایت معقول بحث کی۔ کامیابی بخشنا خدا کے ہاتھ میں ہے مگر جس خوبی اور قابلیّت کے ساتھ سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے مسلمانوں کا کیس پیش کیا اس سے مسلمانوں کو اِتنا اطمینان ضرور ہوگیا کہ ان کی طرف سے حق و انصاف کی بات نہایت مناسب اور احسن طریقہ سے اربابِ اختیار تک پہنچا دی گئی ہے۔ سر ظفر اللہ خاں صاحب کو کیس کی تیاری کیلئے بہت کم وقت ملا مگر اپنے خلوص اور قابلیّت کے باعث انہوں نے اپنا فرض بڑی خوبی کے ساتھ ادا کیا۔ ہمیں یقین ہے کہ پنجاب کے سارے مسلمان بِلا لحاظ عقیدہ اُن کے اس کام کے مُعترف اور شُکر گذار ہوں گے۔"

اخبار "نوائے وقت" لاہور نے ۲۴ر اگست ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں حسبِ ذیل نوٹ بھی لکھا:۔

"جب قائدِ اعظم نے یہ چاہا کہ آپ پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلمانوں کے وکیل کی حیثیت سے پیش ہوں تو ظفر اللہ خاں نے فوراً یہ خدمت سر انجام دینے کی حامی بھری ..... اور اسے ایسی قابلیّت سے سر انجام دیا کہ قائدِ اعظم نے خوش ہوکر آپ کو یُو۔ این۔ او میں پاکستانی وفد کا قائد مقرر کر دیا۔ جس طرح آپ نے مِلّت کی وکالت کا حق ادا کیا تھا اس سے آپ کا نام پاکستان کے قابلِ احترام خادموں میں شامل ہوچکا تھا۔ آپ نے مُلک و ملّت کی شاندار خدمات سر انجام دیں تو قائدِ اعظم انہیں حکومتِ پاکستان کے اُس عہدے پر فائز کرنے پر تیار ہوگئے جو باعتبار منصب وزیرِ اعظم کے بعد سب سے اہم اور وقیع عہدہ شمار ہوتا ہے۔"

علاوہ ازیں جسٹس محمد منیر صاحب نے جو رَیڈ کلف ایوارڈ میں مسلمانوں کی طرف سے ممتاز رُکن اور فساداتِ پنجاب ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت کے صَدر تھے اپنی عدالتی رپورٹ میں لکھا:۔

"عدالت ہٰذا کا صَدر جو اس (باؤنڈری کمیشن) کا ممبر تھا اس بہادرانہ جِدّوجُہد پر تشکّر و اِمتنان کا اِظہار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے جو چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے گورداسپُور

کے معاملہ میں کی تھی یہ حقیقت باؤنڈری کمیشن کے کاغذات میں ظاہر و باہر ہے اور جس شخص کو اِس مسئلہ سے دلچسپی ہو وہ شوق سے اس ریکارڈ کا معائنہ کر سکتا ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خاں نے مسلمانوں کی نہایت بے غرضانہ خدمات انجام دیں۔ اِس کے باوجود بعض جماعتوں نے عدالتی تحقیقات میں ان کا ذکر جس انداز میں کیا ہے وہ قابلِ شرم ناشکرے پن کا ثبوت ہے"

(رپورٹ عدالتی تحقیقات صفحہ ۲۰۹)

پاکستان کے مشہور و ممتاز صحافی میاں محمد شفیع صاحب مدیر "اقدام" لاہور احراری عنصر کی پاکستان دشمن سرگرمیوں اور اس کے خوفناک نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے نہایت محتاط الفاظ میں لکھتے ہیں:۔

"مجلسِ احرارِ اسلام جس میں شاہ صاحب ایک گرم اور تڑپتے ہوئے دل کی حیثیت رکھتے تھے اِجتہادی غلطی کا شکار ہو گئے اور تحریکِ پاکستان کا ہراول دستہ بننے کی بجائے سیاسی بھمبل بھوسوں میں گرفتار ہو گئے۔ اگر اس وقت مُسلم لیگ کو احرارِ اسلام ایسی فعال جتھہ بند اور جاندار جماعت کی تائید حاصل ہو گئی ہوتی تو کم از کم پنجاب کی شہ رگ کے قریب سے تقسیم نہ ہوتی۔" ("شاہ جی" صفحہ ۹۴ مؤلفہ نذیر مجیدی)

قیامِ پاکستان اور حضرت امام جماعتِ احمدیّہ کا پُرشوکت بیان

الحمدللہ مُسلم لیگ اور جماعتِ احمدیّہ کی متحدہ کوششیں بالآخر جنابِ الٰہی میں قبول ہوئیں اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دُنیائے اِسلام کے اُفق پر ستارہ بن کر نمودار ہو گیا مگر جس طرح جماعتِ احمدیّہ نے مِن حیث الجماعت قیامِ پاکستان کی جدّوجُہد میں بہت بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تھا اسی طرح قیامِ پاکستان پر کانگرس اور انگریز کی ظالمانہ اور اِنتقامی کارروائیوں کا نشانہ بھی سب سے بڑھ کر اِسی کو بننا پڑا اور اِسے جہادِ پاکستان کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی حتّٰی کہ اس کا محبوب مرکز قادیان جس پر مُلک کے اِسلام دشمن طبقوں کی مدتوں سے نظر

تھی پاکستان سے جُدا کر دیا گیا اور قادیان اور مشرقی پنجاب کے ہزاروں احمدیوں کے علاوہ اُسیروں کے رستگار اور تحریکِ پاکستان کے عظیم جرنیل سیّدنا و امامنا و مُرشدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کو بھی ہجرت کر کے پاکستان آنا پڑا۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ صاحب جن کی قیادت میں جماعتِ احمدیہ نے تحریکِ پاکستان کی بے لَوث اور مسلسل جنگ لڑی تھی پاکستان پہنچ کر اُن غموں کو بھُول گئے جو ہندوستان میں جماعتِ احمدیہ اور آپ کو پیش آئے۔ اِس لئے کہ آپ کا مکان گو آپ کے ہاتھ سے جاتا رہا مگر آپ کے آقا محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو مکان مِل گیا اور آپؐ کے مقدّس نام پر ایک عظیم الشّان اِسلامی مملکت قائم ہو گئی جس نے مسلمانوں کیلئے ترقّی کے وسیع دروازے کھول دیئے اور ایک بَین الاقوامی اِسلامستان کی بُنیاد رکھ دی۔ چنانچہ آپ نے پاکستان میں پہنچ کر یہ پُرشوکت اِعلان فرمایا:۔

"پاکستان کا مسلمانوں کو مِل جانا اِس لحاظ سے بڑی اہمیّت رکھتا ہے کہ اَب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سانس لینے کا موقع میسّر آ گیا اور وہ آزادی کے ساتھ ترقّی کی دَوڑ میں حِصّہ لے سکتے ہیں۔ اَب اُن کے سامنے ترقّی کے اِتنے غیر محدود ذرائع ہیں کہ اگر وہ اُن کو اختیار کریں تو دُنیا کی کوئی قوم اُن کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اور پاکستان کا مُستقبل نہایت ہی شاندار ہو سکتا ہے۔"